معلم انسانیت ﷺ اور ترویج علم

تحریر: ڈاکٹر محفوظ احمد' ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی' فیصل آباد

انسانی زندگی میں علم کو بہت اہمیت حاصل ہے- اگرچہ انسان کی بدنی ضرورت' خوراک' لباس اور مکان ہے لیکن ان ضروریات کا حصول علم کے بغیر ممکن نہیں- ان کے علاوہ انسان کی معاشرتی زندگی سے متعلق اہم امور معرفت الٰہی' عدل وانصاف' امن وامان اور حفاظت خوداختیاری بھی علم کے بغیر ممکن نہیں- علم وہ دولت ہے جس کی اہمیت ہر دین اور نظام حیات میں مسلمہ رہی- یہی وجہ ہے کہ ہر قوم نے علم کی اہمیت کو سمجھا اور ہر حکومت نے اس کی ترویج پر زور دیا- علم کی اس اہمیت کے پیش نظر آج قوموں کی جنگیں میدان جنگ کی بجائے کلاس روموں میں لڑی جاتی ہیں-

عالمگیر سطح پر علم کی یہ اہمیت دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علم کی اہمیت جس انداز میں رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمائی- کائنات ارضی کا کوئی بھی مصلح اور قائد اس طرح بیان کرنے سے قاصر ہے- آپ ﷺ نے اسلامی معاشرے میں انسان کی عزت کا معیار علم قرار دیا- جب کہ دیگر نظامہائے زندگی میں عزت کا معیار دولت قرار دیا گیا- اس معاشرے کے لوگ دولت کو ضرورت کے پیش نظر نہیں بلکہ عزت کا معیار ہونے کی بنا پر حاصل کرتے ہیں- جب کہ اسلامی معاشرے میں لوگ علم کو عزت کا معیار ہونے کا باعث حاصل کرتے ہیں-

زیر نظر مقالہ میں علم کا مفہوم' رسول اکرم ﷺ کا نظریہ علم' علم کی اہمیت ولازمی حیثیت' علم کے مدراج' اقسام علم' ترویج علم سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے عملی اقدمات' از دیاد علم کی ادعیہ' مسلمانان عالم کی علمی پسماندگی کے اسباب اور جدید ٹیکنالوجی کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے-

مفہوم:

علم جہل کی ضد ہے- امام راغب الاصفہانی (م ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''العلم ادراک الشئی بحقیقتہ''(۱) کسی چیز کی حقیقت کا ادراک علم کہلاتا ہے- ادراک' شعور اور معرفت اس کے مترادفات ہیں- عام طور پر ہر قسم کا ادراک علم کہلاتا ہے لیکن اصطلاح میں علم اس صفت کا نام ہے جس کے ذریعہ کسی شے کا ادراک ہوتا ہے- عالم اس انسان کو کہا جاتا ہے جو علم کے کسی درجے کو حاصل کرلے(۲)''بقول امام ابوالقاسم القشیری''(م۴۶۵ھ) عالم وہ شخص ہے جو حواس وعقل کے ذریعہ بعض حقائق کا ادراک کرتا ہے)(۳)

نظریہ علم:

رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے لوگوں کے سامنے اس دین کو پیش کیا جو مادیت اور روحانیت کا حسین امتزاج ہے۔علم کے حوالے سے آپ نے وہ نظریہ پیش کیا جو دنیا کے دیگر نظریات سے یکسر مختلف ہے۔

آپ کے ارشادات کے مطابق علم کا منبع و مرکز اللہ تعالی کی ذات ہے۔اس نے اپنے فضل وکرم سے انبیاء کرام علیہم السلام کو خصوصی اور دیگر انسانوں کو عمومی علم سے نوازا۔قرآن مجید اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ انسانوں کو نہ صرف تحصیل علم پر راغب کرتی ہے بلکہ اسے ہر مسلمان کیلئے فرض قرار دیتی ہے۔اس لئے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ دلیل سے بات کی اور آپ ﷺ اپنے امتیوں سے بھی اس رویہ کا تقاضا کرتے ہیں اور یہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔

آپ ﷺ نے علم کو نہ صرف امانت قرار دیا بلکہ اس امانت کو دیانت کے ساتھ اس کے اہل کو سپرد کرنا ضروری فرمایا۔نیز آپ ﷺ نے حصول علم کو ہر روز جاری رکھنا حیات اور حصول علم کے عمل کو روک دینا موت قرار دیا۔

آپ ﷺ نے علم کا حصول بالذات مقصود قرار دینے کے ساتھ ساتھ اسے عبادت بھی قرار دیا۔علم خوشحالی کا ذریعہ ہونے کے علاوہ اسے مقصد حیات کیلئے لازمی قرار دینا بھی آپ ہی کی تعلیمات میں سے ہے۔آپ ﷺ کے نزدیک انسان دنیا میں اللہ تعالی کا نائب ہے۔اس کا فرض منصبی فرائض خلافت کو ادا کرنا ہے۔یہ فرائض عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ پر مشتمل ہیں اور ان کی ادائیگی بھی علم کے بغیر ممکن نہیں۔آپ ﷺ نے اعمال حسنہ کی جزا جنت اور اعمال سیءہ کی سزا جہنم بتائی۔ان اعمال میں تمیز بھی علم سے ہی ممکن ہے۔آپ ﷺ نے علم کے فضائل بیان کرنے کے علاوہ اس علم کی مذمت بیان فرمائی جو بے مقصد ہو اور اس سے انسان نہ خود استفادہ کریں اور نہ دیگر لوگ اس سے مستفید ہوں

علم کی اہمیت و لازمی حیثیت:

رسول اکرم ﷺ نے اسلامی معاشرے کے قیام کیلئے جو انقلابی تصورات و نظریات پیش کیے اس کا آغاز ہی حصول علم کی فرضیت سے ہوتا ہے۔آپ ﷺ پر وحی الہی کا آغاز جن الفاظ میں ہوا وہ بھی اس تصور کی تائید کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ

یَعۡلَمۡ''(۴)

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے سب کو پیدا فرمایا- انسان کو
جمے ہوئے خون سے پیدا کیا- پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم
کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا

اگر چہ ان آیات مقدسہ میں آپ ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن اہل علم کے نزدیک آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ پوری انسانیت کیلئے اسوہ کامل کی حیثیت رکھتا ہے اور جو بات آپ ﷺ سے کہی گئی وہ امت مسلمہ کے ہر فرد کیلئے ضروری ہے- اس لیے یہ حکم تمام امت مسلمہ کیلئے لازمی ہے-

قرآن مجید میں ۲۷ مرتبہ ''وَاعۡلَمُوۡا'' کا لفظ اور چار بار ''اِعۡلَمۡ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے- امر حاضر کے ان الفاظ کے استعمال سے امت مسلمہ کو علم کی لازمی حیثیت سے آگاہ کیا گیا- جیسے فرمایا گیا:

''وَاعۡلَمُوۡا اَنَّمَا اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ''(۵)

اور خوب جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں

سورہ محمد میں اللہ تعالی نے فرمایا:

''فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''(۶)

آپ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے الجامع الصحیح میں اس آیت کی تفسیر میں ''العلم قبل القول والعمل''(۷) (یعنی ہر قول اور عمل سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے) کے الفاظ سے ایک باب قائم کیا ہے- یوں آپؒ علم کی اہمیت کو ہر چیز سے مقدم قرار دیتے ہیں-

علم کی اہمیت کو جب ہم سیرت طیبہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ کے بہت سے ایسے ارشادات ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ کے نزدیک علم کی اہمیت اور اس کی لازمی حیثیت واضح ہوتی ہے- آپ ﷺ نے فرمایا:

(i) ''طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم''(۸)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

اس حدیث میں آپ ﷺ نے بلا تفریق اور بلا تمیز تمام مسلمانوں کو علم کی فرضیت سے آگاہ فرمایا:

(ii) ''اغد عالما او متعلماً او مستمعا او محبا ولا تکن الخامسة فتهلك...... والخامسة ان تبغض العلم واهله''(۹)

تو اس حالت میں صبح کر کہ تو علم سکھانے والا یا علم سیکھنے والا یا علم سننے والا یا اہل علم سے محبت کرنے والا ہو۔ پس تو پانچواں نہ ہو ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ پانچویں سے مراد علم اور اہل علم سے بغض کرنے والا ہے

علم سے ان چار طرح سے ہی تعلق قائم ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہاں ان چاروں ذرائع کی نشاندھی فرمائی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے علم اور اہل علم سے بغض رکھنے کو ہلاکت قرار دیا۔ نیز آپ ﷺ نے ان طرق میں سے کسی ایک طریقہ کو اپنانا ضروری فرمایا۔

(iii) ''تعلموا العلم وعلموه الناس''(۱۰)

علم حاصل کرو اور دوسروں کو علم کی تعلیم دو

اس حدیث میں نہ صرف مسلمانوں کیلئے خود علم حاصل کرنا لازمی قرار دیا گیا بلکہ دوسروں کو بھی علم کی دولت سے بہرہ مند کرنے کا حکم دیا گیا۔

(iv) ایک بار آپ ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ میں مجلس ذکر اور مجلس تعلیم و تعلم کو دیکھا تو آپ تعلیم و تعلم کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا

''انما بعثت معلماً''(۱۱) بے شک اللہ تعالی نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے

(v) علم کی اہمیت کو کتابت کے ساتھ مخصوص کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا

''قیدوا العلم بالکتاب''(۱۲)

علم کو کتاب یعنی تحریر سے مقید کرو

(vi) ''العلماء خلفاء الانبیاء والعلماء ورثة الانبیاء''(۱۳)

اہل علم انبیاء کرام کے خلیفہ ہیں اور اہل علم انبیاء کرام کے وارث ہیں

اہل علم کو انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث اس لیے قرار دیا گیا کہ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''لا نورث ما ترکنا صدقه''(۱۴) (ہم دنیا کی دولت ورثہ میں نہیں چھوڑتے اگر کچھ دولت چھوڑ کر جائیں تو وہ صدقہ ہوتا ہے البتہ علم انبیاء کی وراثت ہوتی ہے جس کے وارث اہل علم ہوتے ہیں۔

(vii) ''قلیل العلم خیر من کثیر العبادة''(۱۵)

قلیل علم کا حصول کثرت عبادت سے بہتر ہے

(viii) ایک حدیث میں عالم کی فضیلت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم" (۱۶)

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی آدمی پر

(ix) غزوہ بدر کے موقع پر کفار کے ستر اشخاص قید ہو کر آئے۔ ان قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ کی رائے تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ رائے پیش کی کہ ان سے فی کس چار ہزار درہم فدیہ وصول کیا جائے لیکن رسول اکرم ﷺ نے علم کی اہمیت کے پیش نظر فرمایا کہ ان میں سے وہ قیدی جو تعلیم یافتہ ہیں اگر وہ انصار کے دو دو بچوں کو لکھنا سکھا دیں تو ان سے فدیہ کی رقم وصول نہیں کی جائے گی۔ (۱۷)

گویا آپ ﷺ نے چار ہزار درہم کی خطیر رقم پر اپنی قوم کے بچوں کی تعلیم کو ترجیح دی۔

رسول اللہ ﷺ نے علم کے حوالے سے حکمت کا لفظ بھی احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ (م ۵۶۵ھ) فرماتے ہیں:

"اصابة الحق بالعلم والعقل" (۱۸) یعنی علم اور عقل کے ذریعہ حق بات دریافت کرنا حکمت کہلاتا ہے۔ علامہ حمید الدین الفراہی (م ۱۹۳۰ء) فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد وہ قوت وصلاحیت ہے جو عقل ورائے کی پختگی اور شرافت اخلاق کی جامع ہو۔ (۱۹)

حکمت کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"الکلمة الحکمة ضالة المومن حیث ماوجدھا فھواحق بھا" (۲۰)

کلمہ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے جو جہاں اسے پائے لے لے بس وہ اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔ حصول علم کی اس فضیلت کے علاوہ علم کے بھول جانے کو بہت بڑی آفت قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"افة العلم نسیان" (۲۱) علم کا بھول جانا بہت بڑی آفت ہے

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"من تعلم الرمی فنسیه کان نعمة انعمھا اللہ علیه فترکھا" (۲۲)

جس نے تیراندازی سیکھی پھر اسے بھلا دیا تو یہ ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے ایک نعمت دی اور اس نے اسے چھوڑ دیا

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"من غیر تخوم الارض فعلیہ لعنۃ اللہ وغضبہ یوم القیامۃ" (۲۳)

جس شخص نے زمین کے نشان منزل (جو حصول علم کا ایک ذریعہ ہے) کو تبدیل کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور قیامت تک غضب ہو

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک علم کا حصول مستحسن اور اس کا نسیان مذموم فعل ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے انسانی زندگی کیلئے حصول علم کو لازمی قرار دیا۔

علم کے مدارج:

عصر حاضر میں جب مدارج علم کی بات ہوتی ہے تو پرائمری، سکینڈری، ڈگری اور ہائر ایجوکیشن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن سیرت طیبہ کے حوالے سے جب علم کے مدارج کا ذکر ہوتا ہے تو ان دو مدارج کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ بنیادی تعلیم　　　۲۔ اعلیٰ تعلیم

بنیادی تعلیم:

اس سے مراد وہ تعلیم ہے جس کی ضرورت ہر مسلمان کو روزمرہ کی زندگی میں پیش آتی ہے جیسے اسلام کے بنیادی عقائد و ارکان اسلام، صریح حلال اور حرام کا علم۔ اس علم کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" (۲۴)

اس بنیادی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

شریعت اسلامیہ کا یہ بنیادی علم حاصل کرنا ہر مسلمان کیلئے فرض عین ہے۔ اسلامی ریاست کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو ان اسلامی احکام کا ضروری اور بنیادی علم حاصل کرنے میں مدد دے۔ اگر کوئی شخص یہ بنیادی تعلیم حاصل نہ کرے تو اسلامی ریاست کا محکمہ احتساب اسے سزا دے سکتا ہے۔ جیسے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ابوسفیان نامی ایک شخص کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ وہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر عرب قبائل کا دورہ کریں اور انفرادی طور پر لوگوں سے قرآن حکیم سنیں اور جسے قرآن مجید نہ آتا ہو اسے موقع پر سزا دیں۔

آپؓ نے سورۃ البقرہ، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ، سورۃ الحج اور سورۃ النور کے بارے میں یہ حکم جاری کیا تھا کہ سب لوگ اس قدر قرآن حکیم ضرور سیکھیں کیونکہ ان سورتوں میں احکام و فرائض کا ذکر

کیا گیا ہے-(۲۵)

اعلیٰ تعلیم:

اعلیٰ تعلیم جسے عصر حاضر میں ہائر ایجوکیشن کہا جاتا ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا:

''فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ''(۲۶)

تو کیوں نہ ہر قبیلہ سے چند آدمی ایسے نکلیں جو دین میں تفقہ حاصل کریں اور جب وہ لوٹ کر آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں تا کہ وہ نافرمانیوں سے بچیں

اس آیت میں ''لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ'' کا مطلب ہے دین میں خوب سمجھ پیدا کرنا اس لفظ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں اس طرح ذکر فرمایا:

''من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین''(۲۷)

جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے-

تفقہ کے بارے امام راغب الاصفہانی فرماتے ہیں:

''اذا طلبہ فتخصص بہ''(۲۸)

یعنی اپنے مضمون میں خوب مہارت حاصل کرنا تفقہ کہلاتا ہے-

اس تفقہ کو عصر جدید میں تخصص یا سپیشلائزیشن ''Specializtion'' کہا جاتا ہے-اس اعلیٰ تعلیم کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا-

''وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ''(۲۹)

ہر ذی علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے-

اس اعلیٰ تعلیم کو رسول اکرم ﷺ نے امت کے ہر فرد کیلئے لازمی قرار نہیں دیا بلکہ عوام اور طلبہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا-یعنی جو چاہے اس اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرے-اعلیٰ تعلیم کے علاوہ دیگر علوم وفنون جنہیں حدیث میں زائد علوم قرار دیا گیا ہے جیسے لسانیات'بنیادی وسوشل سائنسز میں شامل تمام علوم کی تحصیل فرض کفایہ ہے-

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ فرض کفایہ وہ علوم ہیں جن کی حاجت امور دنیا کے قائم رہنے میں

پڑے جیسے طب، ریاضی، صنعت وحرفت، زراعت اور سیاست وغیرہ۔ان علوم میں سے مستحسن علوم کا حاصل کرنا مستحب ہے۔وہ غیر مستحسن علوم جن میں لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہو جیسے سحر اور شعبدہ بازی وغیرہ۔ان کا حاصل کرنا گناہ ہے۔(۳۰)

علامہ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے بھی سائنس، انجینئرنگ اور کامرس وفنی (صنعت وحرفت) علوم کو فرض کفایہ میں شامل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ فنون ضرور یہ جہاں سے بھی حاصل ہو سکیں حاصل کرنے چاہیں۔(۳۱)

اقسام علم:

رسول اکرم ﷺ نے متعدد لحاظ سے علم کی مختلف اقسام کا ذکر فرمایا ہے۔ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''العلم ثلاثة وماسوى ذلك فهوفضل اية محكمة اوسنة قائمة او فريضة عادلة''(۳۲)

علم تین چیزوں سے متعلق ہے اور باقی علوم زائد ہیں اول محکم یعنی واضح آیات قرآنیہ کا علم دوم احادیث صحیحہ کا علم سوم فریضہ عادلہ یعنی کتابؒ وسنت اور قیاس سے مستنبط ہونے والے علوم۔

ان کے علاوہ باقی علوم کو فضول قرار دیا گیا۔فضول سے مراد وہ زائد علوم ہیں جو دین اسلام سے بلواسطہ منسلک ہیں جیسے علم صرف، علم نحو، علم بلاغت، علم معاشیات، علم سیاسیات اور دیگر علوم وغیرہ۔ان علوم کی تفصیل حدیث میں ایسے ہے:

۱۔ علم الفرائض کو نصف علم قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''تعلمواالفرائض وعلموه الناس فانه نصف العلم''(۳۳)

علم وراثت سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے۔

۲۔ دفاعی علوم کو قرآن مجید سے متصل کر کے اس کی تعلیم کا حکم اس طرح فرمایا:

''تعلموا الرمى والقرآن''(۳۴)

تیراندازی اور قرآن حکیم کا علم سیکھو۔

۳۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''علمواابناء كم السباحة والرمى والمراةالمغزل''(۳۵)

اپنے بچوں کو تیرنا اور نشانہ بازی سکھاؤ اور بچیوں کو چرخہ کی تعلیم دو۔

۴۔ بچیوں کو فنی تعلیم دینے کے حوالے سے آپ نے فرمایا:

"نعم لھوالمؤسنۃفی بیتھاالمغزل "(۳۶)

مومن عورتوں کیلئے ان کے گھروں میں چرخہ بہترین چیز ہے۔

۵۔ مظاہر فطرت پر غور وفکر کی اہمیت آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی:

"خیرعباداللہ الذین یراعون الشمس والقمروالنجوم والا ظلۃ لذکر اللہ"(۳۷)

اللہ تعالی کے وہ بندے بہترین ہیں جو سورج، چاند، ستاروں کی روایت اور سایوں کے نظام کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس سے انہیں اللہ تعالی کی قدرت یاد آتی ہے اور اس سے اللہ تعالی کے ذکر کیلئے اوقات کے تعین میں مدد ملتی ہے۔

۶۔ علم لسانیات یعنی دیگر زبانوں کا علم۔ عربی کے علاوہ دیگر زبانوں سے نہ صرف آپ ﷺ خود واقف تھے بلکہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بھی دوسری دیگر زبانیں سیکھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت زید بن ثابتؓ عبرانی، حبشی، فارسی اور رومی زبانوں کے ماہر تھے۔ اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے آپؓ سے فرمایا:

"ان یتعلم کتاب الیھودحتی کتبت للنبی ﷺ کتبہ واقراتہ کتبھم اذاکتبوا الیہ"(۳۸)

کہ وہ یہودیوں کی زبان سیکھے یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کے خط ان کو لکھنے اور ان کے خط رسول اللہ کو سنانے لگا۔

غزوہ بدر کے جو مشرک قیدی فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل نہ کر سکے۔ ان کیلئے آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ وہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے ان سے لکھنا سیکھا تھا (۳۹)

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ:

"امرنی رسول اللہ ﷺ فتعلمت لہ کتاب یھودوقال انی واللہ ماامن یھودعلی کتابی فتعلمت فلم یمربی الا نصف شھرحق حذقتہ فکنت اکتب لہ اذا کتب واقراء

له اذا كتب اليه''(۴۰)

رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہودیوں کی تحریر سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا خدا کی قسم مجھے یہودیوں پر بھروسہ نہیں کہ وہ میری طرف سے درست لکھتے ہوں (حضرت زید کہتے ہیں) کہ نصف ماہ نہیں گزرا تھا کہ میں نے ان کی تحریر خوب سیکھ لی- پھر جب آپ ﷺ کچھ لکھوانا چاہتے تو میں لکھ دیتا اور جب کہیں سے آپ ﷺ کے پاس کوئی تحریر آتی تو میں اسے پڑھ دیتا-

سریانی زبان کی تعلیم کے بارے آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''ان اتعلم السريانية''(۴۱) کہ تو سریانی زبان کو سیکھ-

رسول اکرم ﷺ بعض اوقات خود بھی دیگر زبانوں کے الفاظ اپنی گفتگو میں شامل فرماتے -چنانچہ ام خالد بنت خالد بن سعید سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس (بچپن میں) اپنے والد کے ساتھ آئی اس وقت میری قمیص زرد رنگ کی تھی- یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ''سنة سنة'' یعنی یہ قمیص بہت اچھی ہے-

عبداللہ کہتے ہیں کہ سنة حبشی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے حسنہ اور عمدہ (۴۲)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فارسی کا لفظ بھی استعمال فرمایا- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ نے ایک بار صدقات کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو آپ ﷺ نے اپنے نواسہ سے فرمایا ''کخ کخ'' یہ فارسی کا لفظ تھا جس کا معنی ہے تھوک دو تھوک دو' ہم صدقہ نہیں کھاتے'' (۴۳)

امام بخاریؒ نے اس باب کا عنوان ان الفاظ میں قائم کیا ہے:

''باب من تعلم بالفارسية والرطانه وقوله تعالى واختلاف السنتكم والوانكم وقال وماارسلنامن رسول الابلسان قومه''(۴۴)

باب: جس نے فارسی یا غیر عربی میں کلام کیا اور اللہ تعال کا ارشاد کہ تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف- ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ان کی قوم کی زبان کے ساتھ-

امام بخاریؒ نے یہ عنوان قائم کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ سید عالم ﷺ تمام

زبانیں جانتے تھے کیونکہ آپ ﷺ تمام اقوام کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں اور سب کی زبانیں مختلف ہیں- تمام دنیا کی اقوام آپ ﷺ کی قوم ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت عام ہے- اس لیے آپ ﷺ تمام زبانوں سے واقف تھے تاکہ آپ ان کا کلام سمجھیں اور وہ آپ ﷺ کا کلام سمجھیں-

قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ آپ ﷺ کی رسالت عامہ کی گواہی دیتی ہے:

''قُلْ يَاأَيُّهَاالنَّاسُ اِنِّي رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا''(۴۵)

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالی کا بھیجا ہوا رسول ہوں''اِلَيْكُمْ'' سے مراد تمام کائنات کے انسان ہیں''(۴۶)

بہر حال آپ ﷺ ثقلین کیلئے مبعوث کیے گئے اور ان سب کی زبانیں مختلف ہیں جو آپ ﷺ جانتے ہیں(۴۷)

۶- ''صلح حدیبیہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری ؓ کو حبشہ کے نجاشی، حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی ؓ کو قیصر روم، حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی ؓ کو کسری ایران، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ کو مقوس والی اسکندریہ، حضرت شجاع بن وھب الاسدی ؓ کو حارث بن ابی شمر الغسانی اور حضرت سلیط بن عمرو العامری کو ہوزہ بن علی الحنفی کی طرف سفیر بنا کر روانہ فرمایا-

مشہور مؤرخ محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص اس قوم کی زبان میں کلام کرسکتا تھا جس کے پاس اسے بھیجا گیا(۴۸)

صحابہ کرام ؓ میں سے حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ بن العوام بہت سی زبانیں جانتے تھے- آپ کے پاس ایک سو غلام تھے اور ہر غلام الگ زبان بولتا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ ہر غلام سے اس کی زبان میں گفتگو کرتے تھے-(۴۹)

ان احادیث کی روشنی میں حضرت ملا علی قاری (م ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۵ء) فرماتے ہیں:

''لايعرف فى الشرع تحريم سى لغةمن اللغات سريانية كانت ام عبرانية هنديه كانة اوتركيه او فارسيه كانت اوغيرها''(۵۰)

شریعت اسلامیہ کے مطابق کسی زبان کا سیکھنا حرام نہیں خواہ وہ سریانی ہو یا عبرانی، ہندی ہو یا ترکی، فارسی ہو یا کوئی اور-

۷- ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے علم کی اقسام کا ذکر اس طرح بھی بیان فرمایا:

''العلم علمان 'علم الادیان وعلم الابدان''(۵۱)

علم کی دو قسمیں ہیں-اول ادیان کا علم- دوم ابدان کا علم-

گویا اس حدیث میں تقابل ادیان اور اجساد کے علوم کا ذکر کیا گیا ہے-ان دنوں علوم میں دنیا کے بے شمار علوم پوشیدہ ہیں-

۸- علم کی تقسیم حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم''(۵۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علوم حاصل کیے- ایک علم تو میں نے تم میں پھیلا دیا اور اگر میں دوسرا علم پھیلا دوں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے-

محدثین کے نزدیک پہلے علم سے مراد علم الاحکام والاخلاق ہے-اسے علم شریعت بھی کہا جاتا ہے- دوسرا علم الاسرار و علم الباطن ہے-اسے علم طریقت و حقیقت بھی کہا جاتا ہے-ان تمام علوم کا حاصل کرنا مستحب ہے-اور فرض کفایہ ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے ان علوم کے حصول کا استحباباً حکم فرمایا ہے-

۹- سیرت طیبہ سے ایک علم جسے علم لدنی کہا جاتا ہے کی بھی وضاحت ملتی ہے- علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ کی رائے میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۵۱ میں '' وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ''میں علم الدنی ہی کی تعلیم مراد ہے- آپ ﷺ ہر رات ''زیادۃ فی العلم'' کی دعا فرماتے (۵۳)اور علم لدنی وہ علم ہے جو کسبی نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو(۵۴) علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ علم وحی 'الھام اور فراست پر مشتمل ہوتا ہے-(۵۵)

حصول منفعت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ نے علم کی مزید دو قسمیں بیان فرمائیں- ارشاد ہوتا ہے:

''العلم علمان فعلم فی القلب فذاك العلم النافع وعلم علی اللسان فذاك حجۃ اللہ عزوجل علی ابن آدم''(۵۶)

علم دو طرح کے ہیں- ایک علم دل میں ہوتا ہے- یہ علم فائدہ مند ہوتا ہے- دوسرا علم صرف زبان پر ہوتا ہے- یہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے-

اس حدیث میں آپ ﷺ نے علم کی دو قسمیں بیان کیں:

۱-   نافع علم اس سے مراد وہ علم ہے جو دین اور دنیا میں نفع دے-اس لئے آپ ﷺ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اللھم ان اسئلك علمانافعا وعملا متقبلا ورزقا طیبا"(۵۷)

اے اللہ میں تجھ سے نافع علم، عمل مقبول اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں-

۲-   غیر نافع علم: اس سے مراد وہ علم ہے جو دینی اور دنیاوی لحاظ سے ذلت ورسوائی کا باعث ہو-اس ضمن میں آپ ﷺ نے یہ فرمائی:

"اللھم انی اعوذبك من علم لاینفع ومن قلب لا یخشع ومن دعوۃلایستجاب لھا"(۵۸)

اے اللہ میں غیر نافع علم، بے خوف دل اور غیرمقبول دعا سے تیری پناہ مانگتا ہوں

ان تمام احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیرت طیبہ سے قرآن وحدیث کے علاوہ، دفاع، سیاسیات ومعاشیات، معاشریات ولسانیات، طب اور کامرس وغیرہ کے علوم کی اقسام کا ذکر واضح طور پر ملتا ہے-

علم کی اقسام کو اگر جدید تناظر میں دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام علوم کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے-

(i) بنیادی سائنسز   (ii) سوشل سائنسز   (iii) لسانیات

بنیادی سائنسز میں فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، انجینیرنگ، میڈیکل اور زراعت وغیرہ کے علوم شامل ہیں-

ہائر ایجوکیشن کمشن پاکستان کے ایک نوٹیفکیشن نمبر 15-3/HEC/2004-573 مورخہ 4 مارچ 2004ء کے مطابق چھبیس مضامین کو سوشل سائنسز میں شامل کیا ہے جسمیں فلسفہ، ایجوکیشن، قانون، اسلامیات، جغرافیہ، کامرس، تاریخ اور سیاسیات زیادہ اہم ہیں-

علوم کی ان جدید اقسام کو اگر سیرت طیبہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان تمام علوم کا سیرت رسول اکرم ﷺ میں واضح طور پر ذکر ملتا ہے-فقہاء کرام نے بنیادی تعلیم کو فرض اور باقی علوم کی تحصیل کو فرض کفایہ قرار دیا ہے-(۵۹)

ترویج علم:

رسول اکرم ﷺ نے علم کی فضیلت' اہمیت اور اقسام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عہد میں علم کی ترویج کے سلسلے میں بہت سے اہم اقدامات کیے۔

آغاز اسلام میں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو بہت سے مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان حالات میں حضرت ابوعبداللہ ارقم (م ۵۳ھ) کے گھر کو اسلام کی پہلی درسگاہ کے طور پر استعمال کیا۔ یہاں آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید اور اسلام کی تعلیم سے بہرہ مند فرماتے۔ ۴ نبوی میں دو رکعت پر مشتمل فرض ہونے والی فجر اور مغرب کی نمازیں بھی اس مقام پر باجماعت ادا کی جاتیں۔ قرآن مجید کی سورتوں اور آیات پر مشتمل کتابچے بھی تیار کیے جاتے۔ آپ کے حکم سے بعض صحابہ کرامؓ لوگوں کو ان کے گھروں میں جا کر تعلیم بھی دیتے۔

جیسے حضرت عمر فاروقؓ نے جب اسلام قبول کیا تو اس وقت آپؓ کی بہن فاطمہ بنت الخطاب اور آپؓ کے بہنوئی حضرت سعید بن زیدؓ کو حضرت خباب بن الارتؓ قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ آپؓ نے کچھ توقف کے بعد اپنی بہن سے کہا تھا "اعطنی هذه الصحیفه التی سمعتکم" (یعنی وہ صحیفہ مجھے دو جو میں نے آپ سے سنا ہے۔ ابن ھشام (م ۲۱۳ھ) نے لکھا ہے "ان عمر حین قراء فی الصحیفه سورة طه" بے شک حضرت عمرؓ نے اس صحیفہ میں سورہ طہ پڑھی (۶۰)

۱۲ نبوی کو میدان منی میں عقبہ کے مقام پر رسول اکرم ﷺ نے یثرب کے ۱۲ مردوں سے بیعت اسلام لی جسے بیعت عقبہ اولی کہا جاتا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان افراد کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ بن ھاشم بن عبدالمناف کو انہیں تعلیم دینے کیلئے بھیجا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) نے لکھا ہے:

> "امره ان یقرء هم القرآن ویعلمهم الاسلام ویفقهم فی الدین فکان یسمی مصعب بالمدینة المقری وکان منزله علی اسعد بن زاره" (۶۱)
>
> رسول اکرم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو حکم فرمایا کہ وہ اہل مدینہ کو قرآن حکیم کی تعلیم دیں' انہیں اسلام سکھائیں اور دین میں تفقہ دیں۔ آپ کو مدینہ میں المقری' یعنی قاری کے نام سے موسوم کیا گیا۔ آپ بنی نجار کے اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ کے گھر میں اقامت پذیر تھے۔ (۶۲)

۱۳ نبوی کو مدینہ ہی کے ۷۳ مرد اور دو عورتوں نے عقبہ کے مقام پر ہی رسول اکرم ﷺ سے

بیعت کی جسے بیعت عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے- اس بیعت کے بعد ان افراد میں سے آپ ﷺ نے بارہ افراد کو اپنے نقیب مقرر فرمایا- ان افراد کو جس معیار پر نامزد کیا گیا وہ ان کا تعلیم یافتہ ہونا تھا- ان نقباء میں متعدد وہ لوگ تھے جو عہد جاہلیت میں کامل کے نام سے یاد کیے جاتے- کامل کا مطب تھا علامہ اور ہرفن مولا- (۶۳)

اہل مدینہ کی طرح یمن سے اہل نجران بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہمارے ساتھ کسی آدمی کو بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن حکیم اور اسلام کی تعلیم دے- ان کی ضرورت کے پیش نظر آپ ﷺ نے اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا- (۶۴)

۴ھ کو قبیلہ عرینہ کا ابو براء عامر بن مالک نامی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ قرآن وسنت کی تعلیم کیلئے چند اصحاب کو اہل نجد کے پاس بھیجیں- آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنے صحابہ کے متعلق اہل نجد سے خطرہ ہے- ابو براء نے کہا وہ میری پناہ میں ہوں گے- اس پر آپ ﷺ نے صحیحین کی روایت کے مطابق ستر اشخاص کو اس کے ہمراہ بھیجا- یہ لوگ قاری اور عالم تھے- یہ لوگ دن کے وقت لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کیلئے غلہ خریدتے اور قرآن پڑھتے و پڑھاتے تھے اور رات کو مناجات و نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے- اس طرح یہ بئر معونہ جا پہنچے- قبیلہ والوں نے ان پر حملہ کر دیا ان میں سے حضرت کعب بن زید نجارؓ کے علاوہ باقی تمام شہید کر دیئے گئے- ان ۶۹ اہل علم کے شہید ہونے پر آپ ﷺ کو اتنا دکھ ہوا کہ آپ ﷺ تیس روز تک ان کے قاتلوں کیلئے دعاء مضرت فرماتے رہے- (۶۵)

اسی سال قبیلہ عضل وقارہ کے چند اشخاص نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے- ان کی تعلیم کیلئے کچھ آدمی بھیج دیجئے- آپ نے ابن اسحاق کے بقول مرثد بن ابی مرثد غنوی کو چھ افراد کے ساتھ اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا حضرت عاصم بن ثابتؓ کی امارت میں دس افراد کو روانہ کیا- اہل علم کی یہ جماعت جب رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے رجیع نامی ایک چشمے پر پہنچے تو بنولحیان کے ۱۰۰ تیر انداز ان پر حملہ آور ہوئے-- جس کے نتیجے میں سات افراد شہید ہو گئے اور تین کو قید کر لیا گیا-

ان اہل علم کی شہادت کا بھی آپ ﷺ کو اتنا دکھ ہوا کہ ایک ماہ تک صبح کی نماز میں ان کیلئے قنوت نازلہ کی صورت میں دعائے مضرت فرماتے رہے- (۶۶)

طرق تعلیم:

دنیا کے بیشتر مذاہب میں مذہبی فرائض کی ادائیگی اور ان کی تعلیم وتربیت کیلئے خاندان اور طبقات مخصوص ہیں- یہودیوں میں اس خدمت کیلئے ایک مخصوص خاندان تھا- اس کے علاوہ کوئی دوسرا اسے انجام نہیں دے سکتا تھا- عیسائیوں میں اگرچہ خاندان کی تخصیص نہ تھی لیکن ان میں بھی ایک طبقہ نے ان خدمات کو اپنے لئے خاص کر لیا تھا- ہندوؤں میں برہمن کے علاوہ دوسرا کوئی اس کا مجاز نہیں-(۶۷)

رسول اکرم ﷺ ان پالیسیوں کے برعکس دینی تعلیم وتربیت پر کس طرح کی کوئی پابندی عائد نہیں کی بلکہ ہر شخص کو دین کی بنیادی تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دیا- اس مقصد کیلئے آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت کے دو طریقے اختیار کیے-

اول: غیر مستقل طریقہ: اس طریقہ کے مطابق عرب کے مختلف قبائل مدینہ منورہ میں چند دن اقامت پذیر ہو کر ضروری مسائل سیکھتے پھر واپس جا کر اپنے قبیلہ کو تعلیم دیتے- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

> "ماکان المؤمنون لینفروا جمیعا ویترکوا رسول اللہ ﷺ وحدہ.........فتمکث السرایا یتعلمون ما انزل اللہ علی نبیھم "(۶۸)
>
> کہ عرب کے ہر قبیلہ کا ایک گروہ جاتا اور آپ ﷺ سے مذہبی امور دریافت کر کے دین میں تفقہ حاصل کرتا تھا-

اس قسم کے متعلمین کے حالات حدیث وطبقات کی کتب میں بکثرت ہیں کہ انہیں چند دن تعلیم دینے کے بعد حضور اکرم ﷺ ان کو اپنے قبیلوں میں واپس بھیج دیتے تھے- چنانچہ مالک بن الحویرث کی سفارت کو بیس دن کی تعلیم کے بعد آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اپنے خاندان میں واپس جاؤ اور ان میں رہ کر انہیں ۲ اوامر شریعت کی تعلیم دو اور جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو(۶۹) اسی طرح وفد عبدالقیس اور وفد بنی تمیم مدینہ میں رہ کر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے رہے(۷۰)

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص بعض دینی مسائل کو تحریر کرنے کے متعلق عرض کرتا تو آپ ﷺ اسے لکھوا دیتے جیسے فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے جو خطبہ

ارشاد فرمایا تو ابوشاہ یمنی نے عرض کی ''اکتبوالی ''تو آپ نے کسی صحابی سے فرمایا ''اکتبوالابی شاہ ''یعنی ابوشاہ کیلئے یہ خطبہ لکھ دو۔(۷۱)

دوسرا طریقہ: آپ ﷺ کا مستقل درس و تعلیم کا تھا اور اس کیلئے صفہ کی درسگاہ مخصوص تھی۔

صفہ: ہجرت کے بعد جب رسول اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی تو اگرچہ آپ ﷺ کو ابتدا میں متعدد داخلی وخارجی خطرات کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے تعلیم و تعلم کی اہمیت کے پیش نظر مسجد نبوی میں اسلام کی پہلی درسگاہ صفہ کا قیام عمل میں لایا۔

یہ مسجد نبوی ﷺ کے قریب ایک ملحقہ احاطہ تھا جو مقیم طلباء کیلئے اقامت گاہ اور درس گاہ دونوں کا کام دیتا تھا۔اس درس گاہ کے منتظم اعلی رسول اللہ ﷺ خود تھے۔صفہ میں موجود طلباء کی ضروریات کا خیال بھی آپ ﷺ خود ہی رکھتے۔اہل صفہ کی ضروریات کو اپنی آل کی ضروریات پر ترجیح دیتے۔ایک بار مال غنیمت میں چند کنیزیں آئیں۔اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک خادمہ کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''لااعطیك وادع اھل الصفة تطوی بطونھم''(۷۲)

اللہ کی قسم یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے رہیں۔ان کے خرچ کیلئے میرے پاس کچھ نہیں۔میں ان اسیران جنگ کو فروخت کر کے ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے حضور اکرم ﷺ کے حکم پر تمام اہل صفہ کو جمع کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک پیالہ رکھا جس میں جَو سے کوئی چیز تیار کی ہوئی تھی۔اس پر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا بسم اللہ لو۔ہم لوگوں نے اس میں سے جتنا چاہا کھایا۔تمام اہل صفہ کے کھانے کے بعد بھی وہ برتن اسی طرح بھرا ہوا تھا جتنا شروع میں تھا۔(۷۳)

اہل صفہ میں سے بعض لوگ دن کے وقت مزدوری کرتے۔اگر کبھی اسلامی ریاست اپنی ہنگامی ضروریات کے پیش نظر ان مصارف کو برداشت نہ کر سکتی تو اللہ تعالی کے یہ غیور بندے صبر و حوصلہ سے کام لیتے۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

''رایت سبعین من اصحاب الصفه مامنھم رجل علیه

رداء"(۷۴)

کہ میں نے تیس اہل صفہ کو دیکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے پیچھے اس طرح نماز ادا کرتے کہ ان پر چادر بھی نہ ہوتی۔حضرت ابوہریرہؓ اپنی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ کئی بار بھوک کی وجہ سے مجھ پر غشی طاری ہوجاتی۔

بعض دولت منداصحاب بھی تعلیم کی اہمیت کے پیش نظران کے اخراجات میں دل کھول کر حصہ ڈالتے۔کوئی ایک صحابی کو' کوئی دوکو' کوئی ایک جماعت کواور حضرت سعد بن عبادہ اہل صفہ میں سے ۸۰ افراد کو اپنے ساتھ لے جاتے۔اس طرح خزرج کے یہ سردار سعد بن عبادہ سب پر سبقت لے جاتے (۷۵)

اہل صفہ کی تعداد ۱۰۰ سے لے کر ۴۰۰ تک ہوتی لیکن ایک وقت میں ۱۰۰ سے کم تعداد ہوتی (۷۶) ان اصحاب کو رسول اکرم ﷺ کے علاوہ حضرت عبادۃ بن صامتؓ بھی پڑھاتے۔بعض محققین کے نزدیک حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ کو بھی ان کی تدریس کا فرض سونپا گیا۔(۷۷)

علامہ ابن اثیر (م ۶۳۰ ھ) نے عبداللہ بن سعیدؓ کے بارے لکھا ہے:

"امرہ رسول اللہ ﷺ ان یعلم الکتاب بالمدینة"(۷۸)

رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مدینہ منورہ میں قرآن مجید کی تعلیم پر مامور فرمایا۔

ان اصحاب صفہ کو زیادہ تر قرآن مجید ہی کی تعلیم دی جاتی کیونکہ قرآن مجید ہی تمام علوم کا مرکز ومحور ہے۔قرآن مجید کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے امت مسلمہ نے جو علوم وفنون ایجاد کیے ہیں۔قاضی ابوبکر ابن العربی (م ۵۴۳ ھ) نے ان کی تعداد ۴۰۰ بتائی ہے (۷۹) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو محض ام القرآن (سورۃ الفاتحہ) کی تفسیر سے ۷۰ اونٹوں کا بوجھ لکھ سکتا ہوں (۸۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صرف سورۃ البقرہ کے حفظ اور تدبر پر آٹھ سال صرف کیے (۸۱)

<u>اجراء سند</u>: رسول اکرم ﷺ کے دور میں طلبہ کو باقاعدہ سند جاری کرنے کا رواج شروع نہیں ہوا تھا۔البتہ مختلف صحابہ کرامؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ مختلف علوم میں ان کی مہارت سے متعلق آپ ﷺ کی طرف سے زبانی سند جاری ہوئی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ ان اصحاب سے ان کے مخصوص علوم سے مستفید ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مجموعی علم کی تعریف میں بہت سی احادیث

مروی ہیں:

ایک عورت نے آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا- پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا- پھر آنا' اس نے عرض کی اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (راوی نے کہا- اس سے مراد اس عورت کا رسول اللہ ﷺ کا اس دنیا سے رحلت فرمانا تھا) آپ نے فرمایا- اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر صدیقؓ کے پاس آجانا- (۸۲)

گویا اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو علمی لحاظ سے اپنا نائب مقرر فرمایا-

حضرت عمر فاروقؓ کے مجموعی علم کی تعریف بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ" (۸۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور اس کے دل پر حق رکھ دیا ہے-

"لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب" (۸۴)

اگر میرے بعد کوئی شخص نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے-

حضرت علیؓ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"وان اقضاھا علی بن ابی طالب" (۸۵)

(بے شک علی بن ابی طالب بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں-

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے آپ ﷺ نے یہ سند جاری فرمائی:

"حبر ھذہ الامۃ" (۸۶) یہ اس امت کا عالم وفقیہہ ہے-

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے یہ دعا بھی فرمائی- اے اللہ انہیں حکمت وتفسیر قرآن کا علم دے- (۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی قرآن فہمی کی شہادت اس طرح دی-

"استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبداللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفہؓ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل" (۸۸)

یعنی ان چاروں سے قرآن سیکھو-

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابتؓ کے بارے مزید فرمایا:

''افرضھم زید بن ثابت واعلمھم بالحلال والحرام معاذبن جبل''(۸۹)

علم الوراثت کوزیادہ جاننے والے زین بن ثابت اور حلال وحرام سے متعلق زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں۔

ان زبانی اسناد کے اجراء کا ایک فائدہ یہ بھی پیش نظر تھا کہ مستقبل میں امت مسلمہ ان صحابہ کرام کے مخصوص شعبہ علم سے متعلق اقوال کو ترجیحی طور پر پیش نظر رکھے۔

مدینہ منورہ میں صفہ واحد درس گاہ نہ تھی بلکہ کم از کم نو مساجد قرب وجوار کے لوگوں کیلئے درس گاہ کا کام دیتی تھیں۔ وادی قباء کی مشہور مسجد میں بھی ایک درس گاہ تھی (اور اب تک قائم ہے) آپ وقتاً فوقتاً اس کا معائنہ کرنے خود تشریف لے جاتے۔ ان تمام درس گاہوں کا آپ معائنہ فرماتے رہتے اور اگر کوئی نامناسب بات دیکھتے تو فوراً منع فرمادیتے۔(۹۰)

علامہ نورالدین علی السمھودی (م ۹۱۱ھ) نے وفا الوفا میں تقریباً چالیس ایسی مساجد کا ذکر کیا ہے جو عہد رسالت مآب ﷺ میں مدینہ منورہ اور اس کے قرب وجوار میں موجود تھیں اور ان میں باقاعدہ تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری تھا(۹۱)

رسول اکرم ﷺ نے مردوں کے علاوہ خواتین میں بھی اس تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھا۔ اس حوالے سے امھات المؤمنینؓ کا کردار بہت اہم رہا۔ امھات المؤمنین میں علمی اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو عظیم مقام حاصل تھا۔ آپ نہ صرف قرآن وحدیث، فقہ، شعر وادب اور علم طب میں مہارت تامہ رکھتی تھیں بلکہ آپ دوسری خواتین کو بھی زیور علم سے آراستہ کرتیں۔(۹۲)

خواتین کی تعلیم کے حوالے سے آپ ﷺ ہر ہفتہ ان کے اجتماع میں تشریف لے جا کر انہیں خطاب فرماتے۔(۹۳)

ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو ایک صحابیہ حضرت شفا بنت عبداللہ العدویہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھنا پڑھنا سکھایا۔(۹۴) حضرت امہ سلمہؓ نہ صرف لکھنا پڑھنا جانتی تھیں بلکہ کمال عقل اور اصابت رائے سے متصف تھیں۔(۹۵)

صحابہ کرامؓ میں درس وتدریس سے فراغت کے بعد باہمی مذاکرہ کرنے کا بھی عمل تھا۔ آپ ﷺ باقاعدہ تعلیم کے علاوہ تفریح اور کھیلوں کی طرف بھی توجہ دیتے۔ عرب کے رواج کے مطابق مصارعت (کشتیاں کرنا) اونٹ وگھوڑ دوڑ، تلوار ونیزہ بازی، تیراندوزی، دوڑنا (اتھلیٹکس) اور تیرنا

(سوئمنگ) وغیرہ ورزشی کھیلوں کی نگرانی بھی فرماتے (۹۶) آپ ﷺ ان کھیلوں کے باقاعدہ مقابلوں کا انعقاد کرتے اور جیتنے والوں کو انعام عطا فرماتے۔ (۹۷)

ترویج علم کے سلسلہ میں نہ صرف آپ ﷺ اس قدر کوشاں ہوتے بلکہ مختلف صوبوں کیلئے جب آپ ﷺ عاملین مقرر کرتے وقت انہیں بھی ایسے ہی احکام جاری فرماتے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو انہیں یہ ہدایات دیں:

> "يعلم الناس القرآن وشرائع الاسلام ويقضي بينهم" (۹۸)
>
> آپ وہاں لوگوں کو قرآن مجید اور شریعت اسلامیہ کی تعلیم دیں اور ان کے درمیان فیصلہ کیجئے۔

ترویج علم کیلئے رسول اکرم ﷺ نے جو اقدامات فرمائے۔ انہی اقدامات کی روشنی میں خلفائے راشدین نے بالعموم اور حضرت عمر فاروقؓ نے بالخصوص اپنے عہد خلافت میں نظام تعلیم کو استوار کیا۔

ازدیاد علم کی ادعیہ:

رسول اکرم ﷺ ہمیشہ اپنے لئے زیادتی علم کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ سنن ابی داؤد میں آپ ﷺ کی یہ دعا اس طرح منقول ہے:

> "اللهم انفعني بماعلمتني وعلمني ماينفعني وزدني علماً" (۹۹)
>
> اے اللہ جو تو نے مجھے علم عطا کیا اس سے مجھے نفع عطا کر اور مجھے وہ علم عطا فرما جو مجھے نفع دے اور میرے علم میں اضافہ کر۔

علامہ اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے زیادتی علم کی دعا کی تو انہیں حضرت خضرؑ کے حوالے کر دیا گیا اور حضور اکرم ﷺ کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھا دی اور اپنے سوا کسی کی طرف کسب علم کیلئے جانے کی اجازت نہ دی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جس نے ادبنی ربی کے مکتب سے "قل رب زدني علما" کا سبق پڑھا ہو اور "علمك مالم تكن تعلم" کی درسگاہ میں حقائق اشیاء کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں "فعلمت علم الاولين والآخرين" کا نقطہ سیکھا ہو۔ اس کے حقائق علوم و اسرار تک پہنچنا کس کی مجال ہے۔ (۱۰۰)

ازدیادِ علم کی اس دعا کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ بعض علوم سے احتراز کی بھی دعا فرماتے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ''اللهم انی اعوبك من علم لاینفع''(۱۰۱)
اے اللہ میں تجھ سے اس علم کی پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہیں دیتا۔

۲۔ ''من طلب العلم لیجاری به العلماء اولیماری به السفهاء ویصرف به وجوه الناس الیه ادخله الله النار''(۱۰۲)
جو کوئی شخص اس لئے علم حاصل کرے کہ وہ عالموں سے فخر کرے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے اور لوگوں کے منہ اپنی طرف مائل کرے (تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں) تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کر دے گا۔

۳۔ ''من تعلم علمالغیر اللہ اواراد به غیر اللہ فلیتبوا مقعده من النار''(۱۰۳)
(جو کوئی غیر اللہ کیلئے علم حاصل کرے یا اس کے ساتھ غیر اللہ کا ارادہ کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنی جگہ آگ میں بنائے)

۴۔ ''من سئل عن علم فکتمه الجمه الله بلجام من ناریوم القیمة''(۱۰۴)
جس عالم سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ علم کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے آگ کی لگام دے گا۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس علم کے ازدیاد کی دعا کی جو نفع مند ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے حاصل کیا گیا ہو۔ اور اس علم کی مذمت کی۔ اور اس علم سے پناہ مانگی جسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے حاصل کیا گیا ہو۔ نیز ایسے شخص کو جس نے ذاتی جاہ و حشمت اور فخر و مباہات کیلئے علم حاصل کیا اور ترویج علم میں بخل سے کام لیا، جہنم کا مستحق قرار دیا۔

ان دونوں اقسام کی ادعیہ میں تطبیق کے حوالے سے علامہ ابو اسحاق الشاطبی (م۷۹۰ھ) فرماتے کہ علم منجملہ ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور شرعی نکتہ نگاہ سے یہ مقصود بالذات نہیں بلکہ محض عمل کا وسیلہ ہے۔ اگرچہ بعض احادیث سے علم کی فضیلت مقصود بالذات ثابت ہوتی ہے لیکن احادیث میں جو کچھ علم کی فضیلت ہے وہ صرف اسی صورت میں ہے جب کہ اس علم پر عمل پیرا بھی ہوا جائے۔(۱۰۵)

اس ضمن میں حضرت مجدد الف ثانی (م۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ وہ علم جس سے نفع حاصل

نہ کیا جائے وہ عالم کیلئے اس لیے مضر ہے کہ وہ علم جو اللہ تعالی کے نزدیک عزیز اور موجودات میں سے اشرف ہے اسے اس نے دنیا کمینی یعنی مال وجاہ وریاست کے حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے حالانکہ دنیا حق تعالی کے نزدیک ذلیل وخوار اور مخلوقات میں سے بدتر ہے۔پس خدا کے عزیز کو خوار کرنا اور اس کے ذلیل کو عزت دینا بہت برا ہے۔(۱۰۶)

بہرحال ان دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ مطلقاً علم کی تحصیل باعث اجروثواب ہے۔اگر اس علم سے رضا الہی مقصود ہو اور اس علم سے انسان خود اور دیگر انسان مستفید ہوں اور اس سے حب جاہ مقصود نہ ہو تو وہ ترقی درجات کا باعث ہوگا۔اگر اس کا مقصد فقط دنیاوی منفعت ہو اور اس کی ترویج واشاعت روک دی جائے تو وہ علم باعث ذلت ہوگا اس سے احتراز ضروری ہے۔

علم فی نفسہ قابل مذمت نہیں ہوتا البتہ حدیث میں جس علم کی مذمت بیان کی گئی ہے اس سے مراد کسی صاحب علم کا اپنے علم سے فائدہ حاصل نہ کرنا اور دوسروں کو اس علم سے مستفید نہ کرنا ہے۔

مسلمانان عالم کی علمی پسماندگی کے اسباب:

رسول اکرم ﷺ نے امت مسلمہ کے سامنے جو نظریہ علم پیش کیا۔آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے اس نظریہ کے مطابق علم کی ترویج کی۔اس علمی بنیاد پر مسلمان ترقی کی طرف گامزن ہوئے۔عباسی عہد علمی لحاظ سے مسلمانوں کا عروج کا دور تھا۔اس دور میں علمی ترقی کیلئے بہت سے اقدامات کیے گئے۔عالی شان مدارس قائم ہوئے جہاں علوم نقلیہ اور علوم عقلیہ کی تعلیم دی جاتی۔بیت الحکمت جیسی تاریخی لائبریری قائم کی، سائنسی علوم کی تحقیق کیلئے رصدگاہیں تعمیر کیں۔غیرملکی زبانوں میں لکھی گئی کتب کو عربی میں ترجمہ کرنے کیلئے دارالتراجمہ قائم کیا گیا۔اس طرح اس دور میں علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ کے مقتدر علماء پیدا ہوئے جن کی مثال تاریخ میں نہیں دی جا سکتی ہے۔

یہ دور ساتویں صدی ہجری تک رہا۔اس دور میں ابن جریر طبری، قرطبی، رازی اور ابن کثیر جیسے مفسر قرآن، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ جیسے محدث، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے فقیہہ ابن سعد، ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون جیسے مورخ، بوعلی سینا، ابن ماسویہ، علی بن عباس، اور رازی جیسے طبیب، جابر بن حیان، یعقوب بن اسحاق کندی، محمد بن مالک الخوارزمی اور مویدالدین الطغرائی جیسے کیمیادان، ابن الہیثم، الغزالی، ابوالبرکات البغدادی اور نصیرالدین طوسی جیسے ماہر طبیعات، ابومعشر، یحیی بن ابی منصور، ابن یونس اور المسعودی جیسے ماہر فلکیات، ابن سینا، ابن رشد، حمداللہ القزینی اور محمد بن موسی الامیری جیسے ماہر حیاتیات ملتے ہیں۔اسی طرح دیگر

نامور سائنس دانوں کی کتب یورپ کی یونیورسٹیوں میں بطور نصابی کتب پڑھائی جاتی تھیں- جیسے بوعلیٰ سینا کی کتاب القانون کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے-

ایک وقت تھا کہ مسلمانوں نے یونانی مصنفین کی کتب کے عربی تراجم کیے لیکن پھر ایسا وقت آیا کہ ان مسلمان سائنسدانوں کی کتب کا یورپ میں ترجمہ ہوا-

پھر آٹھویں صدی ہجری سے مسلمانوں کا زوال شروع ہوا-اس زوال کے مندرجہ ذیل اسباب تھے-

۱- مدارس میں صرف علوم نقلیہ کی ترویج
۲- موضوع یا مضمون کی بجائے کتابوں کے متن کی تدریس
۳- فہم وادراک کی بجائے حافظے پر غور
۴- لفظی موشگافیوں، مناظروں اور شروح کی تعلیم
۵- تخلیقی ذھن کی حوصلہ شکنی
۶- استدلال کی بجائے اسناد پر زور
۷- سیاسی طوائف الملوکی اور عدم مرکزیت
۸- فرقہ واریت کی ترویج
۹- مسلمانوں کا زوال اور یورپ کی ترقی
۱۰- یورپ کا زیر اثر مسلم ریاستوں پر کلی کنٹرول اور غیر معیاری نصاب تعلیم کی ترویج
۱۱- مسلمانوں کی معاشی پسماندگی اگر آج مسلمان ان تدابیر کو اختیار کریں تو وہ اپنی علمی عظمت رفتہ کو بحال کر سکتے ہیں-

۱- مسلمان ممالک معاشی خود کفالت حاصل کریں
۲- غیر مسلم مالیاتی اداروں سے قرض لینا بند کردیں
۳- تمام مسلمان ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر تعلیمی ترقی کیلئے کوشاں ہوں-
۴- مسلم تعلیم یافتہ طبقہ کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ وہ غیر مسلم ممالک میں ملازمت کیلئے نہ جائیں-
۵- تعلیمی نصاب کو عصری تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کیا جائے-
۶- ہمارے حکمران ذہنی طور پر انگریز سے خود کو آزاد سمجھیں اور ان کی غیر مشروط اطاعت ترک کردیں-

تعلیم میں جدید ٹیکنالوجی کا کردار

جدید ٹیکنالوجی ویسے تو ہماری زندگی کا جزو لاینفک بن چکی ہے اور زندگی کا ہر شعبہ اس کے بغیر ادھورا نظر آتا ہے- یہ ٹیکنالوجی طب' انجینرنگ' تجارت' ابلاغ اور دیگر شعبہ حیات میں اہم کردار ادا کر رہی ہے لیکن میں یہاں تعلیم و تعلم کے حوالے سے جدید ٹیکنالوجی کے کردار پر روشنی ڈالوں گا- عصر حاضر میں تعلیمی دنیا میں جدید ٹیکنالوجی کا اہم کردار ہے- یہ ٹیکنالوجی مختلف ادوار میں مختلف ہوتی رہی- کبھی آڈیو اور ویڈیو ذرائع کا استعمال کیا جاتا تھا لیکن آج کے دور میں کمپیوٹر نے ہر میدان میں انقلاب برپا کر دیا ہے- اس نے دنیا کو ایک گلوبل ورلڈ بنا دیا ہے- آپ ایک مقام پر بیٹھ کر پوری دنیا میں مختلف ذرائع سے رابطہ کر سکتے ہیں- معلومات کا باہمی تبادلہ کیا جا سکتا ہے- ویب سائٹس کے ذریعہ اپنی معلومات دوسروں کو اور دوسروں کی معلومات آپ حاصل کر سکتے ہیں- ای میل کے ذریعہ اپنے پیغامات دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں- انٹرنیٹ کے ذریعہ دیگر اداروں سے رابطہ کر کے علمی تحقیق کو مکمل کر سکتے ہیں- انٹرنیٹ ہی کے ذریعہ کسی بھی عنوان پر جدید سے جدید ترین معلومات سے آگاہی کی جا سکتی ہے- یہ تمام ذرائع کمپیوٹر سے وابستہ ہیں- لہذا کمپیوٹر کا تعلیمی دنیا میں بنیادی کردار سمجھا جاتا ہے-

آپ جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں اس کیلئے کمپیوٹر کمپوزنگ کا اہم کردار ہے- پہلے ایک مضمون میں کمی بیشی کرنا ایک بڑا مسئلہ تھا- کمپیوٹر نے یہ مسئلہ بالکل ختم کر دیا- آپ اپنے مضمون یا تحریر میں جب چاہیں ترمیم و اضافہ کر سکتے ہیں- علمی تدریس و تحقیق میں سی ڈی کا کردار بھی بہت اہم ہے- سی ڈی کی بدولت آپ بہت زیادہ علمی سرمایہ بہت ہی کم قیمت میں حاصل کر سکتے ہیں- اگرچہ اصل کتب کی اہمیت اپنی جگہ موجود ہے لیکن یہ ٹیکنالوجی تعلیم و تحقیق میں بہت معاون ثابت ہو رہی ہے-

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس مادی دور میں تعلیم و تحقیق کیلئے ان مقاصد کیلئے کام کریں جن کا ذکر آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں کیا ہے- اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی ہے-

مصادر و حواشی

۱۔ امام راغب اصفہانی' المفردات فی غریب القرآن' نور محمد' کراچی' (ت-ن) ص ۳۴۳

۲۔ ظہور احمد اظہر' علم' دائرہ معارف اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی' لاہور ۱۹۷۶ء' ج ۱۳' ص ۴۴۵

۳۔ ایضاً' ص ۴۴۴

۴۔ سورۃ القلم: ۱-۵

۵۔ سورۃ الانفال: ۲۸

۶۔ سورۃ محمد: ۱۹

۷۔ امام بخاری' الجامع الصحیح' (کتاب العلم' باب نمبر ۱۰' العلم قبل القول والعمل) نور محمد' کراچی' ۱۹۴۸ء' ج ۱' ص ۱۶

۸۔ ابن ماجہ' سنن ابن ماجہ (المقدمہ باب فضل العلماء) نور محمد' کراچی' ۱۳۸۱ھ' ص ۲۰

۹۔ نور الدین الھیثمی' مجمع الزوائد ومنبع الفوائد' (کتاب العلم' باب فی طلب العلم' حدیث نمبر ۴۹۵)' دار الکاتب العربی' بیروت' لبنان (ت-ن) ج ۱ ص ۱۶۲- علامہ ھیثمی یہ روایت اس طرح بھی نقل کی ہے "اغد عالما او متعلما ولا تغدبين ذلك" تو عالم یا متعلم کی حالت میں صبح کر اس کے علاوہ صبح نہ کر- حدیث نمبر ۴۹۶' طبرانی میں "ولا تغدبين ذلك" میں بجائے ولا تعدین ذلک" کے الفاظ ہیں (طبرانی' المعجم الاوسط' حدیث نمبر ۱۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۹۹۹ء' ج ۱ ص ۱۵)

۱۰۔ امام دار قطنی' سنن دار قطنی (کتاب الفرائض' حدیث نمبر ۴۶) عبداللہ ہاشم یمانی' مدینہ منورہ ۱۹۶۶' ج ۴' ص ۸۲' امام دارمی' سنن الدارمی (باب الاقتداء بالعلما' باب نمبر ۲۴) حدیث نمبر ۲۲۷) نشر السنۃ' ملتان' (ت-ن) ج ۱' ص ۶۴

۱۱۔ امام دارمی' سنن الدارمی (باب فی فضل العلم والعالم' باب نمبر ۳۳' حدیث نمبر ۳۵۵) ج ۱ ص ۸۴

۱۲۔ ایضاً' باب نمبر ۴۳' باب فی من رخص فی کتابہ العلم' حدیث نمبر ۵۰۳)' ج ۱ ص ۱۰۵

۱۳۔ نور الدین الھیثمی' مجمع الزوائد ومنبع الفوائد' (کتاب العلم' حدیث نمبر ۵۲۳)' ج ۱ ص ۱۶۷-۱۶۸

۱۴۔ امام مسلم' الجامع الصحیح' (کتاب الجھاد' باب حکم الفئ' حدیث نمبر ۴۵۷۹) مطبع علیمی' دہلی ۱۳۴۸' ج ۲' ص ۹۲' امام احمد' المسند' دار صادر' بیروت' (ت-ن) ج ۱ ص ۴

۱۵۔ الھیثمی' مجمع الزوائد ومنبع الفوائد' (کتاب العلم' حدیث نمبر ۴۷۷)' ج ۱ ص ۱۵۹' طبرانی میں "قلیل العلم" کی بجائے "قلیل الفقہ" کے الفاظ ہیں (طبرانی معجم الاوسط' حدیث

نمبر ۸۶۹۸‘ ج ۶ ص ۲۵۷

۱۶۔ امام ترمذی‘ الجامع الترمذی‘ (ابواب العلم‘ باب ماجاء فی فضل الفقہ‘ حدیث نمبر ۲۶۸۵) مکتبہ رحیمیہ‘ دیوبند‘ ۱۹۵۲ء‘ ج ۲ ص ۹۳‘

۱۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی‘ مدارج النبوت‘ مدینہ پبلشنگ کمپنی‘ کراچی‘ ۱۹۷۰ء ج ۲ ص ۱۷۲

۱۸۔ امام راغب اصفہانی‘ المفردات‘ ص ۱۲۷

۱۹۔ امین احسن اصلاحی‘ تدبر قرآن‘ فاران فاؤنڈیشن‘ لاہور‘ ۱۹۹۳ء‘ ج ا ص ۳۴۱

۲۰۔ ابن ماجہ‘ سنن ابن ماجہ (کتاب الزہد‘ باب الحکمۃ‘ نمبر ۴۱۶۹)‘ ج ۲ ص ۳۰۷‘ ترمذی‘ جامع الترمذی‘ (ابواب العلم‘ باب ماجاء فی فضل الفقہ‘ نمبر ۲۶۸۷) ج ۲ ص ۹۳

۲۱۔ امام دارمی‘ سنن الدارمی (کتاب العلم‘ باب مذاکرۃ العلم نمبر ۶۳۰ - باب نمبر ۵۱)‘ ج ا ص ۱۲۱

۲۲۔ علی متقی‘ کنز العمال (کتاب الجہاد‘ الفرع الثانی‘ نمبر ۱۰۸۶۵) موسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ (ت-ن) ج ۴ ص ۳۵۴

۲۳۔ ایضاً (کتاب الغضب‘ نمبر ۳۰۳۶۷) ج ۱۰ ص ۶۴۱

۲۴۔ نورالدین الھیثمی‘ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد‘ (کتاب العلم‘ باب فی طلب العلم‘ حدیث نمبر ۴۷۳)‘ ج ا ص ۱۵۸

۲۵۔ شبلی نعمانی‘ الفاروق (صیغہ مذہبی)‘ سنگ میل پبلیکیشنز‘ لاہور‘ ۱۹۷۶ء‘ ص ۲۶۶

۲۶۔ سورۃ التوبہ: ۱۲۲

۲۷۔ امام بخاری‘ الجامع الصحیح (کتاب العلم‘ باب من یرد اللہ‘ نمبر ۷۱‘ ج ا ص ۱۶

۲۸۔ امام راغب الاصفہانی‘ المفردات‘ ص ۳۸۴

۲۹۔ سورۃ یوسف: ۷۶

۳۰۔ امام محمد غزالی‘ علم کی حقیقت‘ ضیاء القرآن پبلیکیشنز‘ لاہور ۱۹۹۹ء‘ ص ۲۷‘ علاؤالدین علی بن محمد بن خازن‘ تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل‘ (بذیل تفسیر سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۲) دارالمعرفۃ‘ بیروت (ت-ن) ج ۲ ص ۲۷۹

۳۱۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی ''عہد نبوی ﷺ میں نظام تعلیم کا ایک جائزہ'' ماہنامہ افکار معلم‘ لاہور ج ۱۰ شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۹۷ء) ص ۱۴

۳۲۔ ابوداؤد‘ سنن ابی داؤد (کتاب الفرائض‘ باب ماجاء فی تعلیم الفرائض‘ نمبر ۲۸۸۵) ولی محمد‘ کراچی‘ ۱۳۶۹ھ‘ ج ۲ ص ۳۹۹

۳۳۔ دارقطنی، سنن الدارقطنی، (کتاب الفرائض، حدیث نمبر۱) ج۴، ص۶۷

۳۴۔ علی متقی، کنز العمال، (کتاب الجھاد، الفرع الثانی، نمبر۱۰۸۷۱) ج۴، ص۳۵۵

۳۵۔ جلال الدین السیوطی، الجامع الصغیر، المکتبہ الاسلامیہ، سمندری، ۱۳۹۴ھ، ج۲ص۶۱

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ سید بن محمد بن محمد الزبیدی المرتضی، اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین، دار الفکر، بیروت، (ت-ن) ج۵ص۱۲۴، حلیۃ الاولیاء میں الاظلۃ کی بجائے الاھلۃ کا لفظ ہے جس کا معنی رویت ہلال کے آتے ہیں۔ (ابونعیم حافظ احمد بن عبداللہ الاصفہانی (م ۴۰۳ھ) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء تحقیق مصطفی عبدالقادر، دارلکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء، ج۷ص۲۶۶) پروفیسر محمد سلیم، مسلمان اور مغربی تعلیم (پاک وہند میں) ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور ۱۹۸۵ء، ص۴۹)

۳۸۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الاحکام، باب ترجمۃ الاحکام، نمبر ۷۱۹۵) ج۲ص۱۰۶۸)

۳۹۔ محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ترجمہ عبداللہ العمادی، نفیس اکیڈمی، کراچی، (ت-ن) ج۱ص۱۴، امام احمد، المسند، ج۱ص۲۴۷

۴۰۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد (کتاب العلم، باب روایۃ حدیث اہل کتاب، نمبر ۳۶۴۵) ج۲ص۵۱۳

۴۱۔ امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب الاستیذان والآداب، باب ماجاء فی تعلیم السریانیۃ)، ج۲ص۹۶

۴۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الجھاد، باب من تعلیم بالفارسیۃ والرطانۃ، نمبر ۳۰۷۱) ج۱ص۴۳۲

۴۳۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۰۷۲

۴۴۔ ایضاً باب نمبر ۱۸۸، سورۃ ابراھیم: ۴، سورۃ الروم: ۲۲

۴۵۔ سورۃ الاعراف: ۱۵۸

۴۶۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن لبیان، (سورۃ الاعراف: ۱۵۸) سعودی عرب، (ت-ن) ص۴۶۱

۴۷۔ علامہ غلام رسول، تفہیم البخاری، شرح البخاری، جامعہ رضویہ، فیصل آباد، (ت-ن) ج۴، ص۶۳۸

۴۸۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۲ص۳۴

۴۹۔ امام حاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن زبیر بن العوام) دارالمعرفۃ، بیروت، (ت-ن)، ج۳، ص۵۴۹،

۵۰۔ پروفیسر محمد سلیم، مسلمان اور مغربی تعلیم، ص۴۹

۵۱۔ محمد بن علی الشوکانی، فوائد المجموعۃ السنۃ المحمدیہ، ص۲۸۴، علامہ علی قاری، اسرار المرفوعۃ

موسسۃ الرسالۃ (ت-ن) ص ۲۴۷۔

۵۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۲۰) ج ۱ ص ۲۳

۵۳۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الادب، باب مایقول اذا تعادمن اللیل، حدیث نمبر ۵۰۶۱) ج ۲، ص ۶۹۰، علامہ عمادالدین ابن کثیر، تفسیر القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۷۲ء، ج ۳ ص ۱۶۷

۵۴۔ پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور ۱۳۹۹، ج ۳ ص ۱۳۹

۵۵۔ ملا علی قاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۹۷۲ء ج ۱ ص ۲۶۴، علامہ ابواسحاق الشاطبی (م ۷۹۰ھ) نے علم کی یہ تین اقسام بھی بیان کی ہیں - اول حقیقی علم: اس سے مراد اصول شریعت کامل ہے اور اس کے قابل اعتبار ہونے پر یقینی دلیل موجود ہے- نیز تمام فروعی مسائل کا انحصار بھی اس پر ہے- عموم اور موافقت (احکام شریعہ کا مکلفین کے اعمال وافعال پر مطلقاً لاگو ہونا) اس علم کا ہمیشہ رہنا اور اس علم کا عقل پر حاکم ہونا اس علم کی خصوصیات ہیں- دوم زیبائشی علم: یہ علم حقیقی نہیں ہوسکتا جب تک قطعی نہ ہو یا کسی قطعی اصل کی طرف راجع نہ ہو- جیسے احادیث وآثار میں اسانید اور علمی وعملی بیان کی تحقیق کرنا- سوم ٹھوس زیبائشی علم: وہ علم جو کسی قطعی یا ظنی اصل کی طرف راجع نہ ہو- جیسے علم الحروف اور علم النجوم (ابواسحاق الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، مترجم مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ۱۹۹۳ء ج ۱ (نواں مقدمہ) ص ۱۱۱-۱۲۱)

۵۶۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، (کتاب العلم، حدیث نمبر ۲۶۶) نور محمد، کراچی، ۱۳۶۸ھ، ص ۳۷

۵۷۔ امام احمد، المسند، ج ۶، ص ۲۹۴

۵۸۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیۃ، حدیث نمبر ۶۹۰۶) ج ۲ ص ۳۵۰

۵۹۔ ملا علی قاری، مرقاۃ، ج ۱ ص ۲۹۸

۶۰۔ ابومحمد عبدالملک ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، المکتبۃ الفاروقیۃ، ملتان، ۱۹۷۷ء ج ۱ ص ۲۱۷، ابوالقاسم عبدالرحمٰن السھیلی، الروض الانف، ایضاً ج ۱ ص ۲۱۷

۶۱۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، منشورات مکتبہ الرومیہ، مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ، ۱۹۳۹، ج ۲ ص ۸۸

۶۲۔ عمادالدین ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، المکتبۃ القدوسیہ، لاہور ۱۹۸۴ء، ج ۳ ص ۱۵۱

۶۳۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، عہد نبوی میں نظام تعلیم کا ایک جائزہ، ماہنامہ افکار معلم، ص ۱۵

۶۴۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل صحابہ، باب من فضائل ابی عبیدہ بن الجراح، نمبر ۶۲۵۴)

ج ۲ص ۲۸۲

۶۵۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع وبیرٔ معونہ نمبر ۴۰۹۶)، ج ۱ص ۵۸۵،
امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید، نمبر ۴۹۱۷) ج ۲ص ۱۳۹

۶۶۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع وبیرٔ معونہ نمبر ۴۰۸۷)،
ج ۲ص ۵۸۵،

۶۷۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ج ۱ص ۱۰۰

۶۸۔ علاؤ الدین علی ابن خازن، لباب التاویل فی معانی التنزیل، (سورہ توبہ: ۱۲۲)، ج ۲ص ۲۷۹

۶۹۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، نمبر ۶۰۰۸) ج ۲ص ۸۸۸

۷۰۔ امام احمد، المسند، ج ۳ص ۴۳۲، محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ترجمہ عبداللہ العمادی، ج ۲ص ۱۰۶

۷۱۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب العلم، باب کتابۃ العلم نمبر ۳۶۴۹، کتاب الدیات،
باب ولی العمد یاخذ الدیۃ) ج ۲ص ۶۱۹

۷۲۔ علامہ احمد بن محمد قسطلانی، شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب الدنیہ، ضبط وتصحیح، محمد عبدالعزیز
الخالدی، (ذکر بناء المسجد النبوی) دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۶ء، ج ۲ص ۱۸۷

۷۳۔ محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲ص ۳۲

۷۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الصلوٰۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، نمبر ۴۴۲) ج ۱ص ۶۳،
محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲ص ۳۳

۷۵۔ قسطلانی، شرح الزرقانی، ج ۲ص ۱۸۸

۷۶۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۵ء، ج ۱ص ۱۷۵،

۷۷۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، عہد نبوی میں نظام تعلیم کا ایک جائزہ، ماہنامہ افکار معلم، ص ۱۵

۷۸۔ ابوالحسن علی بن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ترجمہ عبدالشکور فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۴۰۷ھ
ج ۵ص ۱۴۴

۷۹۔ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ترجمہ محمد حلیم انصاری، نور محمد، کراچی، (ت-ن)
ج ۲ص ۳۸۹

۸۰۔ ایضاً، ص ۵۹۱

۸۱۔ ایضاً، ص ۵۵۹

۸۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ "لو کنت متخذاً"

نمبر۳۶۵۹، ج۱،ص۵۱۶-امام مسلم،الجامع الصحیح (کتاب فضائل الصحابہ،باب من فضائل ابی بکرؓ، نمبر۶۱۷۹)، ج۲ص۲۷۳

۸۳۔ امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب المناقب،باب ان اللہ جعل الحق نمبر۳۶۸۲) ج۲ص۲۱۱

۸۴۔ ایضاً، (باب قولہ لوکان بعدی،رقم ۳۶۸۶) ج۲ص۲۱۱

۸۵۔ امام حاکم،المستدرک علی الصحیحین، (باب مناقب الصحابہ،باب حبر ھذہ الامۃ) دارالمعرفۃ،بیروت، (ت-ن) ج۳ص۵۷۵

۸۶۔ ایضاً، سورۃ المائدہ کی آیت نمبر۴۴ میں الاحبار کا لفظ موجود ہے-اس کا ترجمہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فقیہہ کیا ہے (تفہیم القرآن،المائدہ ۴۴،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور۱۹۷۸، ج۱ص۴۷۳

۸۷۔ امام ترمذی،جامع ترمذی، (ابواب المناقب،باب مناقب عبداللہ بن عباس، نمبر۳۸۲۴) ج۲ص۲۲۵

۸۸۔ امام بخاری،الجامع الصحیح، (باب مناقب سالم مولی ابی حذیفہ،نمبر۳۷۵۸) ج۱ص۵۳۱

۸۹۔ امام ترمذی،جامع ترمذی، (ابواب المناقب،باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت، نمبر۳۷۹۰-۳۷۹۱) ج۲ص۲۲۲

۹۰۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی: الموافقات فی اصول الشریعۃ، مترجم: مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ج۱ص۹۲، الموافقات ہی میں ہے کہ:

حضرت انس بن مالک اور حضرت عبدالرحمٰن غنم کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ کے دس اصحاب نے حدیث بیان کی کہ ہم مسجد قبا میں درس دیا کرتے تھے-ایک بار رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آکر فرمانے لگے جو کچھ جاننا چاہتے ہو سیکھو مگر یادرکھو جب تک تم عمل نہ کروگے وہ تمہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہ سکے گا-

۹۱۔ علامہ نورالدین السمھودی، وفاالوفا باخبار دارالمصطفٰے، داراحیاء التراث العربی،بیروت،۱۹۸۹ء، ج۲ص۴۵۵،

۹۲۔ احمد بن محمد قسطلانی،المواھب اللدینۃ،ج۲ص۸۲

۹۳۔ امام بخاری،الجامع الصحیح، (کتاب العلم،باب عظۃ الامام والنساء، (نمبر۹۸،باب ھل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم،نمبر۱۰۱) ج۱ص۲۰،

۹۴۔ امام ابوداؤد،سنن ابی داؤد، (کتاب الطب،باب فی الرقی،نمبر۳۸۸۷) ج۲ص۵۴۲

۹۵۔ احمد بن محمد ابی بکر القسطلانی، المواھب اللدینۃ،ترجمہ مولانا محمد عبدالجبار،الموسوم سیرۃ محمدیہ،محمد علی کارخانہ اسلامی کتب،کراچی، (ت-ن) ج۲ص۲۶۷،علامہ نیاز فتح پوری،صحابیات،نفیس

اکیڈمی کراچی ۱۹۸۱ء ص ۸۱

۹۶۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الصلوٰۃ، باب اصحاب الحراب فی المسجد، نمبر ۴۵۴، ۴۵۵) ج ا ص ۶۵، امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب صلوٰۃ العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب الذی لامعصیۃ فیہ فی ایام العید، نمبر ۲۰۶۳) ج ۲ ص ۲۹۲

۹۷۔ امام احمد، المسند، ج ۲ ص ۹۱:
اس ضمن میں مزید تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے (پروفیسر نوید احمد شہزاد، تفریح کا اسلامی تصور، دولت کارپوریشن، فیصل آباد ۲۰۰۳، ص ۹، ص ۳۹-۴۴

۹۸۔ ابن عبدالبر الاندلسی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، علی ھامشہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر عسقلانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۲۸ھ، ج ۳ ص ۳۵۶-۳۵۷

۹۹۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (باب الانتفاع العلم) ص ۲۲

۱۰۰۔ محمد فیض احمد اویسی، فیوض الرحمٰن، ترجمہ تفسیر روح البیان، مکتبہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور، پ ۱۶، ص ۳۹۳، پیر کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، ج ۳ ص ۱۳۹

۱۰۱۔ امام احمد، المسند، ج ۳ ص ۲۵۵

۱۰۲۔ امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب العلم، باب ماجاء فی من یطلب بعلمہ الدنیا، نمبر ۲۶۵۴) ج ۲ ص ۹۰

۱۰۳۔ ایضاً نمبر ۲۶۵۵

۱۰۴۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب العلم، باب کراھیۃ منع العلم، نمبر ۳۶۵۸) ج ۲ ص ۵۱۵

۱۰۵۔ ابواسحاق، الشاطبی، الموافقات، ج ا ص ۹۳

۱۰۶۔ حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات شریف، ترجمہ قاضی عالم دین، مکتوب نمبر ۳۳، ملک چنن دین، لاہور (ت-ن) ج ا ص ۸۵۔